سطح:

سوال

سوال

سوال

سوال

سوال

ANS 01

کردار شاید فارسی سے اردو میں لیا گیا ہے اور فارسی لغت میں -کردار ۔ کا معنی "عمل ،کام ،انداز ،طور طریقہ" اور اردو لغت فیروز اللغات میں (طرز، طریق ،قاعدہ ،چلن ،خصلت ، عادت) بتایا گیا ہے ، اور "کردار نگاری " کا معنی سیرت نگاری لکھا ہے ، جس کامطلب ہے کہ کردار سیرت ،خصلت) کو کہا جاتا ہے ، ظفر اقبال کا شعر ہے

ع

جھوٹ بولا ہے تو قائم بھی رہو اس پر ظفر

آدمی کو صاحبِ کردار ہونا چاہئے

ہرچیز کے مثبت اور منفی پہلو ہوتے ہیں مثبت پہلو تعمیری ہوتا ہے جبکہ منفی تخریبی ۔ یہ سچ ہے کہ ترقی کے اس دور میں وقت کی رفتار کے ساتھ دیر وسائل کے ساتھ سوشل نیٹ ورکنگ بھی ہماری تہذیب کا حصہ بن گیا ہے۔ یہ ایک ایسا بہترین وسیلہ بن گیا ہے جو افراد خانہ کو دوستوں رشتہ داروں کو چاہے وہ سات سمندر دور یا دنیا کے کسی بھی حصہ میں ہوں ایک دوسرے سے جوڑتا ہے۔ مزید یہ کہ اس سے مزید نئے نئے لوگوں سے وابستہ ہونے کا اچھا ذریعہ ثابت ہو رہا ہے۔ اب انٹرنیٹ آپ کو دنیا کی ساری تفصیلات دیتا ہے یہ تجارت کے فروغ کا ذریعہ ہے۔ اس کی مدد سے کمپنیاں اپنے خریداروں سے ڈائریکٹ رائے طلب کرتی ہیں اور کمپنیاں اشتہارات کے ذریعہ اپنی مصنوعات ان تک پہنچانے میں کامیاب رہتے ہیں۔ آج کی ایک بڑی حقیقت سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس نے تعلیم کے میدان میں انقلاب برپا کر دیا ہے اور آج اس کی اہمیت ویسی ہی ہے جس طرح خون کا رگوں میں دوڑنا ضروری ہے کسی جسم کے زندہ رہنے کے لئے طالب علموں کے لئے مطلوبہ معلومات حاصل کرنا بہت آسان ہو چکا ہے اور بھی کم وقت میں اپنے سکول کالج کے پروجیکٹ تیار کرنے ہوم ورک اور ریسرچ کا کام کرنے کے لئے اب در در نہیں بھٹکنا پڑتا بلکہ انگلیوں کے اشارے پر الہ دین کے چراغ کی طرح کمپیوٹر کی سکرین پر ان کے لئے سب حاضر ہو

جاتا ہے۔ جس کی انہیں ضرورت ہوتی ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آزادی رائے کا اظہار کرتے ہوئے وہ اپنے خیالات افکار دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں اور اس طرح ایک طالب علم کی مثبت ذاتی کردار کی تعمیر ہو پائی ہے۔ آج کے جدید ترین دور میں عوام کے ذاتی مفادات کو سامنے رکھیں اور میڈیکللائن کی بات کریں یا پھر سائنس اور ٹیکنالوجی کی ایجادات کاذکر کریں تو یہ عقدہ کھلے گا کہ سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس کے بغیر ان کو فروغ دینا اور عوام سے براہ راست جوڑنا آسان نہیں تھا بلکہ اس میں کی جانے والی غفلت اور کوتاہی انیسویں صدی میں لے جا کر کھڑا کر دینے کا باعث بنتی ہے۔ جہاں عوام تک براہ راست مفید معلومات پہنچانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا اطلاعات اور مواصلات کے میدان پر نظر ڈالیں تو اس کا بھی سب سے تیز اور کامیاب ذریعہ سوشل نیٹ ورکنگ ہے جس نے دنیا کو مٹھی میں لاکھڑا کیا ہے۔ عالمی سطح پر عوامی رابطے آسان ہو گئے ہیں اور اطلاعات کی عدم فراہمی کا مسئلہ جب کسی عزیز کی موت کی خبر بھی مہینوں بعد ملتی تھی کب کا ماضی کی قبر میں سو چکا ہے۔ بھلا اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ سوشل نیٹ ورکنگ نے زمین خلا اور سمندر کی ساری حدیں توڑ دی ہیں۔ آج گھر بیٹھے ہوئے چاند اور مریخ کی سیر کرنا آسان ہو گیا ہے۔ خلا کی معلومات ہر قسم کی آپ گھر بیٹھے حاصل کر سکتے ہیں۔ پہاڑوں کی بلند و بالا چوٹیوں کو پار کرنا فتح کرنا آسان ہو گیا ہے۔ سمندروں کی گہرائیوں میں بلا خوف اتر جانا ممکن ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک اور ان کے تہذیب و تمدن کو دیکھنے اور سمجھنے کے لئے صرف انگلیوں کے اشارے کی دیر ہوتی ہے۔ آج دوسرے ممالک میں بیٹھ کر ویڈیو لنک کے ذریعے بات ہو رہی ہے اور اب تو Hologram ٹیکنالوجی نے کمال کر دیا ہے۔ کسی بھی انسان کو دنیا میں کہیں بھی اس کی بجلی کی شکل3D بنائی جاتی ہے جس سے دیکھنے والے کے سامنے وہ انسان کھڑا بات کر رہا ہو جو کہ حقیقت میں آپ سے ہزاروں میل دور ہے۔ در حقیقت آپ کے سامنے کھڑا وہ انسان روشنی کا بنا ہوا انسان ہے۔ اس وقت پاکستان میں بھی یہ ٹیکنالوجی آ چکی ہے اور الیکٹرانک میڈیا میں استعمال ہو رہی ہے۔ اسی طرح یو این او کے مباحثے ہوں یا سارک کانفرنس ہم کہیں بھی دیکھ سکتے ہیں بدلتے موسموں طوفانوں ' بارشوں کی پیشگی اطلاعات سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس کی بدولت مل جاتی ہیں۔ آج ہر کام آن لائن ہو رہا ہے۔ خریداری ہو یا کسی کی مدد کرنی ہو اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے بہترین معاشرے کی تعمیر میں سوشل نیٹ ورکنگ سب سے زیادہ معاون ذریعہ ہے جہاں تک اس کی مخالفت کی بات ہے تو تاریخ گواہ ہے ابتدا میں انگریزی زبان سائنس جدید تکنیک کی بھی مخالفت ہوئی لیکن جب ان کے مثبت نتائج سامنے آئے تو ان کو نہ صرف تسلیم کیا گیا بلکہ زندگی کا حصہ بنا لیا گیا۔ معاشرے میں بگڑتی صورتحال کے لئے سوشل نیٹ ورکنگ کے منفی اثرات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ۔ ہم جانتے ہیں کہ معاشرے کی تعمیر کے لئے انسانی رشتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسانیت کا بے کراں سمندر چاہئے ہوتا ہے۔ وقت اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ اپنے کام اور ذمہ داریوں کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے لیکن اس سچائی سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس نے ہم سے وقت اور انسانیت کو چھین لیا ہے۔ آج گھر کا چراغ ملک کا مستقبل اور معاشرے کا روح رواں یعنی نوجوان طبقہ سوشل نیٹ ورکنگ سے جڑ کر معاشرے سے الگ ہو گیا ہے۔ سروے رپورٹس کی

روشنی میں 94 فیصد نوجوان فیس بک 26 فیصد ٹیوٹر اور یوٹیوب سے وابستہ ہے۔ وٹس ایپ توجیسے خاصہ ہی بن گیا ہے اب براہ ر است گفتگو کے سلسلے ٹوٹ چکے ہیں۔ طالب علم انٹرنیٹ پر تعلیمی مواد تلاش کرتا ہوا اپنے مقصد سے بھٹک جاتا ہے۔ لائبریریاں ویران ہو چکی ہیں۔ سچائی یہی ہے کہ اس فائدے کی چیز کا ہارے معاشرے مینمنفی استعمال زیادہ ہے۔انسانیت کا جنازہ اٹھ رہا ہے۔ معاشرے کا تانا بانا بکھر رہا ہے۔ اصول و ضوابط کو پرے کر کے مذہبی منافرت بھی اس کے ذریعے پھیلائی جا رہی ہے۔ موجودہ دور میں سیاست پر بھی اس کا بہت گہرا اثر دیکھنے میں آرہا ہے۔

ANS 02

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحیمی وکریمی نہ صرف یہ کہ انسانوں کے ساتھ مخصوص تھی ؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمة کی وسعت نے جانوروں کے حقوق کے لیے بھی جدوجہد کی اور ان کو اپنے رحم وکرم کے سایہ سے حصہ وافر عطا کیا، جانوروں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برتاؤ اور ان کے حقوق کے ادائیگی کی تاکید ،ان کے ساتھ بہترین سلوک کی دعوت کی روشنی میں اپنے جانوروں کے ساتھ برتاؤ کا بھی جائزہ لیں کہ کیا ہمارا جانوروں کے ساتھ وہی برتاؤ ہے جس کی تاکید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے ، یاہم جانوروں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لے کر عذاب اور وعیدوں کے مسحق بن رہے ہیں؟ اللہ کابڑافضل ہے کہ اللہ عزوجل نے چھوٹے سے لے کر بڑے جانور تک کو ہمارے تابع اور زیردست کردیا ہے ، ایک چھوٹا سابچہ ایک بڑے اونٹ کی مہار تھامے لیے جاتا ہے، یہ بس اللہ عزوجل کی کرم فرمائی اورانسانیت کے ساتھ اس کا فضل ہے کہ ایک بڑے جانور کو ایک چھوٹا بچہ بھی اپنے تابع کیے دیتا ہے ، ورنہ یہ ضعیف اور ناتواں انسان کی کیا حیثیت کہ وہ اس قدر بڑے اور قوی ہیکل ، تند ومند اس سے کئی کئی گنا بھاری بھرکم جسم وجثہ کے مالک جانوروں کو رام کرسکے ؟۔

جانوروں میں خیر وخوبی

جانورں کی اہمیت اور ان خوبیوں اور خصوصیات کو بتلانے کے لیے یہ بتلادینا کافی ہے کہ قرآن کریم نے متعدد جانوروں اورحیوانات کاتذکرہ کیا ہے ، اتنا ہی نہیں؛ بلکہ کئی ایک سورتین جانوروں کے نام سے موسوم ہیں جیسے :سورة البقرہ(گائے)، الا ٔنعام(چوپائے)، النحل (شہد کی مکھی)، النمل (چیونٹی)، العنکبوت (مکڑی)، الفیل (ہاتھی)۔

اور ایک جگہ اللہ عزوجل نے جانوروں کے فوائد وخصائص اور ان کے منافع کو یوں بیان کیا :

”اور اس نے چوپائے پیدا کیے ، جن میں تمہارے لیے گرم لباس ہیں اور بھی بہت سے منافع ہیں اور بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں،ان میں تمہاری رونق بھی ہے جب چرا کر لاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی،اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھالے جاتے ہیں جہاں تم آدھی جان کیے نہیں پہنچ سکتے تھے ، یقینا تمہارا رب بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔“ (النحل : ۵-۸)۔

حضور اکر م صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض جانوروں کے صفات حمیدہ اور ان کے معنوی اور اخلاقی خوبیوں کے حامل ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ احسان اورسلوک کا حکم کیا ہے ، گھوڑے کے تعلق سے فرمایا: "گھوڑے کے ساتھ روزقیامت تک خیروابستہ ہے" (مسلم : باب الخیل فی نواصیہا : حدیث: ۴۹۵۵)اور ایک روایت میں فرمایا:"اونٹ اپنے مالک کے لیے عزت کا باعث ہوتاہے اور بکری میں خیر وبرکت ہے"(ابن ماجة :باب اتخاذ الماشية ، حدیث:۲۳۰۵)اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :"مرغ کو گالی نہ دو چونکہ وہ نماز کے لیے جگاتا ہے ۔"(ابوداؤد: باب ما جاء فی الدیک ، حدیث:۵۱۹۱)

جانوروں کے ساتھ احسان وسلوک اجر وثواب کاباعث

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے ساتھ احسان کا حکم دیا اور اس کو اجر وثواب کاباعث بتلایا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا کہ بدکار عورت کی بخشش صرف اس وجہ سے کی گئی کہ ایک مرتبہ اس کا گذر ایک ایسے کنویں پر ہوا جس کے قریب ایک کتا کھڑا پیاس کی شدت سے ہانپ رہا تھا، اور قریب تھاکہ وہ پیاس کی شدت سے ہلاک ہوجائے ، کنویں سے پانی نکالنے کو کچھ تھا نہیں، اس عورت نے اپنا چرمی موزہ نکال کر اپنی اوڑھنی سے باندھا اور پانی نکال کر اس کتے کو پلایا، اس عورت کا یہ فعل بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوا،اور اس کی بخشش کر دی گئی۔(مسلم: باب فضل ساقی البہائم، حدیث:۵۹۹۷)

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے حوض میں پانی بھرتاہوں اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کے لیے ، کسی دوسرے کا اونٹ آکر اس میں سے پانی پیتا ہے توکیا مجھے اس کا اجر ملے گاتو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا:"ہر تر جگر رکھنے والے میں اجر وثواب ہے" (مسند احمد:مسند عبد اللّٰہ بن عمرو،حدیث: ۲۰۷۵)

جانوروں کے ساتھ بدسلوکی پرآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکرکردہ وعیدیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانورں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اور بدسلوکی کوعذاب وعقاب اور سزا کی وجہ گردانا او رانتہائی درجہ کی معصیت اور گناہ قرار دیا او رانسانی ضمیر جھنجوڑنے والے سخت الفاظ استعمال فرمائے؛ چنانچہ حضرت امام بخاریؒ نے روایت نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ایک عورت کو اس لیے عذاب دیا گیا کہ وہ بلی کو باندھ کر رکھتی تھی نہ کھلاتی نہ پلاتی اور نہ اس کو چھوڑ دیتی کہ چر چگ کر کھائے(مسلم : باب تحریم قتل الہرة : حدیث: ۵۹۸۹)

حضرت ابن ِعباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک گدھا گذرا ، جس کے منہ پر داغا گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے اس کو دیکھ کر فرمایا :اس شخص پر لعنت ہو جس نے اس کو داغا ہے(مسلم : باب النہی عن ضرب الحیوان فی وجہہ، حدیث:۵۶۷۴)اور ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے چہرے پر مارنے اور داغنے سے منع فرمایا ہے(مسلم : باب النہی عن ضرب الحیوان فی وجہہ،

حدیث:۵۶۷۴)اور ایک روایت میں ہے کہ غیلان بن جنادة 有کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹ پر آیا جس کی ناک کو میں نے داغ دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا : اے جنادہ ! کیاتمہیں داغنے کے لیے صرف چہرے کا عضو ہی ملا تھا، تم سے تو قصاص ہی لیا جائے(مجمع الزوائد:باب ما جاء فی وسم الدواب،حدیث :۱۳۲۴۳)

جانوروں کو لڑانے ، چھیڑ خوانی کرنے پرآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ گھریلو جانورں کے ساتھ بدسلوکی اوربے جا مارپیٹ کی ممانعت کی ؛ بلکہ غیر پالتو جانوروں کو بھی بے جاپریشان کرنے ، چھیڑ خوانی کو منع فرمایا :

حضرت ابنِ عباس 有 سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایاہے(ترمذی : باب کراہیة التحریش بین البهائم : حدیث: ۱۷۰۹)حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ایک مرتبہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھے جب ایک موقع پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک چڑیا کو دیکھا جس کے ساتھ دو بچے تھے ہم نے ان دونوں بچوں کو پکڑ لیا ، اس کے بعد چڑیاآئی اور اپنے بچوں کی گرفتاری پر احتجاج کرنے لگی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے جب حمرہ کو اس طرح بیتاب دیکھا تو فرمایا کہ کس نے اس کے بچوں کو پکڑ کر اس کو مضطرب کر رکھا ہے؟ اس کے بچے اس کو واپس کر دو(ابوداؤد: باب فی کراہیة قتل الذر ، حدیث۵۲۶۸)حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا گذر قریش کے چند نوجوانوں کے پاس سے ہوا جو کسی پرندہ یا مرغی کو نشانہ بنا رہے تھے ، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو وہ وہاں سے منتشر ہوگئے ،اور فرمایاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی جاندار چیز کو باندھ کر اس پر نشانہ لگائے(مسلم: باب النہی عن صبر البهائم ، حدیث: ۱۹۵۷)

حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوپایوں کے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے(مجمع الزوائد:باب النہی عن الضرب علي الوجہ والنہی عن سبہ).

مذبوح جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کیے جانے والے جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید فرمائی: "جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، اپنی چھری کو تیز کرلو، اور جانور کو آرام دو" (ترمذی: باب النہی عن المثلة،حدیث:۱۴۰۹) امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جانور کے ساتھ احسان اور بھلائی یہ ہے کہ اس کو مذبح تک کھینچ کر نہ لے جایا جائے(مجلة الجامعة الاسلامیة ، حقوق الحیوان :۱۱/۴۶۱)

فقہاء نے ذابح کو ذبیحہ کے سامنے چھری تیز کرنے سے منع فرمایا ہے ، اور اس کو بری طرح سے لٹانے سے منع کیا ہے ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بکری کو لٹایااور اپنی چھری کو

تیز کرنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:کیا تم اس کو دو موت مارنا چاہتے ہو؛ کیوں تم نے اپنی چھری کو اس کے لٹانے سے پہلے تیز نہیں کر لیا(مستدرک حاکم:کتاب الذبائح، حدیث:۷۵۷۰)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا : یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! جب میں بکری کو ذبح کرتا ہوں تو مجھے اس پر رحم آتا ہے ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :" اگر تم بکری پر رحم کرتے ہو تو خدا تم پر رحم کرے گا(مجمع الزواید:باب النہی عن صبرالدواب والتمثیل بہا،حدیث:۶۰۲۹)

حضرت حین بن عطاء سے مروی ہے کہ فرمایا کہ ایک قصاب نے بکری کو ذبح کرنے کے لیے اس کے کوٹھے کا دروازہ کھولا ، تو وہ بھاگ پڑی ، اس نے اس کا پیچھا کیا ، اور اس کو اس کے پیر سے کھینچ کر لانے لگا ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اے قصاب ! اس کو نرمی سے کھینچ لاؤ)(مصنف عبد الرزاق:باب سنة الذبح،حدیث:۸۶۰۹)

موذی جانوروں کو مارنے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کاحکم کیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موذی اور تکلیف دہ جانوروں کو مارنے کاحکم ضرور دیا ہے، مثلاسانپ ، بچھو وغیرہ؛ لیکن ان کے مارنے میں بھی احسان اور بھلائی کاحکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے :اللہ نے ہر چیز میں احسان کرنا فرض کیا ہے؛ اس لیے جب تم لوگ کسی جانور کو مارو تو اچھے طریقے سے مارو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو ۔(مسلم : باب الأمر بإحسان الذبح ، ہدیث ۱۹۵۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کس نے جلایا؟ ہم نے کہا ہم نے جلایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ آگ سے تکلیف پہنچائے سوائے آگ کے پیدا کرنے والے کے۔ (ابوداؤد: باب فی کراہیة حرق العدو بالنار)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے چھپکلی کو مارنے کا حکم فرمایا ہے؛ لیکن اس کے مارنے میں بھی نرمی اور احسان کا حکم کیا ہے ، اس کو ایک ہی وار میں مارے ،اس کو متعدد مار میں مارنے پر کم اجر حاصل ہونے کی بات ارشاد فرمائی ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے چھپکلی کو پہلی ضرب میں مار ڈالا تو اس کے لیے اتنی اتنی نیکیاں ہیں(مسلم: باب استحباب قتل الوزع،حدیث:۲۲۳۹۰) اور جس نے اسے دوسری ضرب سے مارا، اس کے لیے اتنی اتنی نیکیاں ہیں؛ مگر پہلی دفعہ مارنے والے سے کم اور اگر اس نے تیسری ضرب سے مارا تو اس کے لیے اتنی اتنی نیکیاں ہیں؛ لیکن دوسری ضرب سے مارنے والے سے کم۔

مسلم کی روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: جو شخص گرگٹ کو ایک ہی وار میں مار ڈالے ، اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی ، دوسرے وار میں اس سے کم اور تیسرے وار میں اس سے بھی کم نیکیاں لکھی جائیں گی(مسلم : باب استحباب قتل الوزع، حدیث: ۲۲۴۰)

جانوروں کی سواری کرنے میں بھی حسن سلوک کا خیال رہے

جانور سواری کے لیے ضرور ہیں، یہ حمل ونقل کا ذریعہ بھی ہیں، اسی کو اللہ عزوجل نے فرمایا: "لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً"

طویل سفر میں اس کے لیے آرام لینے اور چرنے چگنے کا موقع فراہم کرنے کو کہا ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم سبزہ والی زمین میں سفر کرو تو اونٹوں کو انکا حصہ دو(مسلم: باب مراعاۃ مصلحۃ الدروس،حدیث:۱۹۲۶)یعنی اثنائے راہ اگر ہریالی نظر آئے تو ان کو کچھ چرنے اور آرام لینے کا موقع دو ،بھوکا ، پیاسا مسلسل چلاکر ان کو نہ تھکاؤ۔

ایک جانور پر تین آدمیوں کو سوار ہونے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے(مسلم: باب فضائل عبداللہ بن جعفر، حدیث:۲۴۲۸)ابنِ ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ انھوں نے تین لوگوں کو خچر پر سوار دیکھا تو فرمایا : تم میں سے ایک شخص اتر جائے؛کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے تیسرے شخص پر لعنت فرمائی ہے(مصنف ابن ابی شبیۃ: من کرہ رکوب ثلاثۃ عل الدابۃ، حدیث:۲۶۳۸۰)یہ اُس صورت میں ہے؛ جب کہ وہ جانور تین آدمیوں کے بوجھ کو اٹھانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، اگر استطاعت رکھتا ہوتو جائز ہے(فتح الباری: ۱۲/۵۲۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور پر اس طرح کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے کہ جس سے اس کو تکلیف ہو۔سنن ابی داؤد میں ہے : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلمسے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :جانوروں کی پشت کو منبر نہ بناؤ(ابوداؤد : باب فی الوقوف علی الدابۃ، حدیث : ۲۵۶۷)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو محض اس لیے تمہارے تابع کیا ہے کہ وہ تمہیں ان شہروں اور علاقوں میں پہنچا دیں جہاں تم (پیدل چلنے کے ذریعہ)جانی مشقت ومحنت کے ساتھ ہی پہنچ سکتے تھے یعنی جانوروں سے مقصود ان پر سواری کرنا اور ان کے ذریعہ اپنے مقصد کو حاصل کرنا ہے؛ لہٰذا ان کو ایذا پہنچانا رَوا نہیں ہے۔جس جانور کی خلقت سواری کے لیے نہیں ہوئی جیسے گائے وغیرہ تو ان کی سواری کرنا جائز نہیں۔

جانوروں پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادیں

جانور پر اس کی طاقت اور قوت سے زیاد ہ بوجھ لادنا جائز نہیں،اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے: صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس بات کا علم تھا کہ جو شخص جانور پر اس کی طاقت اور قوت سے زیادہ بوجھ لادے گا تو اس کو روزِ قیامت حساب کتاب دینا ہوگا ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے اونٹ سے کہا : اے اونٹ تم اپنے رب کے یہاں میرے سلسلہ میں مخاصمہ نہ کرنا ، میں نے تم پر تمہاری طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں لادا (احیاء علوم الدین: الباب الثالث فی الآداب:۱/۲۶۴)

ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی انصاری کے باغ میں داخل ہوئے، اچانک ایک اونٹ آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لوٹنے لگا، اس وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی

کمر پر اور سر کے پچھلے حصے پر ہاتھ پھیرا جس سے وہ پرسکون ہوگیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ تو وہ دوڑتا ہوا آیا ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:"اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری ملکیت میں کر دیا ہے، اللہ سے ڈرتے نہیں، یہ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو، اور اس سے محنت ومشقت کا کام زیادہ لیتے ہو"(ابوداؤد: باب ما یؤمر بہ من القیام، حدیث:۲۵۴۹)

حضرت سہل ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے قریب سے گزرے تو دیکھا کہ بھوک و پیاس کی شدت اور سواری وبار برداری کی زیادتی سے اس کی پیٹھ پیٹ سے لگ گئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان پر ایسی حالت میں سواری کرو جب کہ وہ قوی اور سواری کے قابل ہوں اور ان کو اس اچھی حالت میں چھوڑ دو کہ وہ تھکے نہ ہوں(ابوداؤد: باب ما یومر بہ من القیام، حدیث:۲۵۴۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی بیل پر بوجھ ڈالے ہوئے اسے ہانک رہا تھا کہ اس بیل نے اس آدمی کی طرف دیکھ کر کہا کہ میں اس کام کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہوں؛ بلکہ مجھے تو کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ لوگوں نے حیرانگی اور گھبراہٹ میں سبحان اللہ کہا اور کہا کیا بیل بھی بولتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: میں تو اس بات پر یقین کرتا ہوں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یقین کرتے ہیں (مسلم: باب فضائل أبی بکر،حدیث:۲۳۸۸)اس حدیث سے بھی پتہ چلاکہ جانورپر اس کی طاقت سے زیادہ اور مقصدِخلقت کے علاوہ دوسرے کاموں کے لیے اس کا استعمال نہ کیاجائے ۔

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان آیات واحادیث کی روشنی میں جانوروں کے اہمیت وخصوصیت اور ان کے منافع کا پتہ چلتا ہے اور جانوروں کے تعلق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ او رنمونہ کابھی پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم بقدم جانوروں کے ساتھ رحم وکرم کاحکم دیا ہے ، نہ صرف گھریلو اور پالتو جانوروں؛بلکہ غیر پالتو جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کی ہے ، نقصان دہ ضرر رساں جانوروں کو بھی کم مار میں مارنے کا حکم دیا ہے اور مذبوحہ جانوروں کے ساتھ بھی بے رحمانہ سلوک سے منع کیا ہے اور جانوروں پر بوجھ کے لادنے اور سواری میں بھی ان کے چارہ پانی کی تاکید کی ہے اور زیادہ بوجھ لادنے اور زیادہ افراد کے سوار ہونے سے منع کیا ہے ۔

ANS 03

اللہ عزوجل نے نبی اکرمﷺ کو جس طرح تمام اولین و آخرین سے افضل و اعلیٰ بنایا اسی طرح جمالِ صورت میں بھی یکتا و بے نظیر بنایا۔

صحابہ کرامؓ، سفر و حضر میں جمالِ جہاں آرا کو دیکھتے رہے۔ انہوں نے حبیب پاکؐ کے فضل و کمال کی جو تصویر کشی کی ہے اسے سُن کر یہی کہنا پڑتا ہے کہ

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا

چند سطور سرکار دو عالمؐ کے سراپائے اقدس کے حوالے سے باختصار نقل کر تے ہیں تاکہ ہمارے دلوں میں آپؐ کی الفت و محبت دوبالا ہو جائے۔

حضور اکرمؐ کی ہنسی اور مسکراہٹ

امام ترمذی نے حارث بن جزءؓ سے روایت کیا ہے۔ حضرت حارث نے کہا کہ میں نے نبی اکرمؐ سے زیادہ مسکراتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم ؐ کی ہنسی تبسم تھی۔ حضرت عمرہ بنتِ عبدالرحمٰن فرماتی ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا کہ جب نبی اکرم ؐ گھر تشریف لاتے تو حضور اکرمؐ کا طریقہ کار کیا تھا؟ آپؓ نے فرمایا: حضور اکرم ؐ سب سے زیادہ کریم اخلاق والے تھے، ہنستے بھی تھے اور مسکراتے بھی تھے۔

انداز تکلم: حضور اقدسؐ جب گفتگو فرماتے تو آہستہ آہستہ، ہر لفظ الگ الگ کر کے تلفظ فرماتے اور بسا اوقات ایک لفظ کو یا جملے کو تین مرتبہ دہراتے تاکہ تمام سامعین اس کو پوری طرح سُن بھی لیں اور اس کا مفہوم سمجھ بھی لیں۔ دوران گفتگو حضور اکرمؐ بکثرت تبسم فرمایا کر تے۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں جب نبی اکرمؐ گفتگو کر تے تو معلوم ہوتا کہ دہن مبارک سے نور نکل رہا ہے۔ دوران گفتگو نبی اکرمؐ بعض اوقات اپنا سر مبارک آسمان کی طرف بلند کر تے اور ” اللہ اکبر“ کہتے۔ اُم معبد نے حضور اکرم ؐ کے انداز تکلم کو خوب بیان کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں: جب حضور اکرم ؐ خاموشی اختیار فرماتے تو پیکر وقار معلوم ہوتے اور جب گفتگو فرماتے تو ایک خاص قسم کی چمک روئے اقدس پر رونما ہو جاتی۔ حضور اکرمؐ کی گفت گو بڑی حسین اور دل کش ہو تی۔

> سرکار دو عالمؐ سفر اور حضر میں ان پانچ چیزوں کو نظر انداز نہیں کرتے تھے۔ آئینہ، سرمہ دانی، کنگھی، تیل اور مسواک
>
> ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

چہرہ مبارک: وہ صحابہ کرام جو حضور سرور کونینؐ کا حلیہ مبارک بیان کرنے میں بڑی شہرت رکھتے تھے، ان میں سے جمہور صحابہ نبی اکرمؐ کے چہرے کی ابیض سے توصیف کر تے اور بعض اس سفیدی کو ایسی سفیدی قرار دیتے ہیں، جس میں ملاحت ہو تی ہے۔ حضر ت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ کی رنگت سفید تھی جس میں سرخی کی ملاوٹ تھی۔ یعنی سرخ و سپید۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رنگت ابیض تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضور اکرم ؐ کو چاندنی سے ڈھالا گیا اور چاندنی سے اس لیے تشبیہ دی ہے کہ چاندنی کی سفیدی دوسری سفیدیوں

سے اعلیٰ ہوتی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس میں ایسی سفیدی تھی جس میں سُرخی کی ملاوٹ ہوتی، ایسی سفیدی نہیں تھی جو آنکھوں کو ناگوار گزرے۔

نشست کا انداز: حضرت انس بن مالکؓ روایت کر تے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب اپنے صحابہؓ کے درمیان تشریف لے جاتے تو اپنے گھٹنوں کو اپنے ہم نشینوں سے آگے نہ کر تے۔ جو شخص نبی اکرمؐ کے دست مبارک کو تھام لیتا، جب تک وہ خود اپنا ہاتھ واپس نہ کر تا، حضور اکرمؐ اس کے ہاتھ کو نہ چھوڑتے اور جو شخص بھی بارگاہ رسالت میں حاضری کا شرف حاصل کر تا جب تک وہ خود اُٹھ کر نہ چلا جاتا حضور اکرم ﷺ کھڑے نہ ہوتے۔ حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ جب کہیں تشریف فرما ہوتے تو خود درمیان میں بیٹھتے۔ صحابہ کرام حلقہ باندھے چاروں طرف بیٹھا کر تے۔ سرور دو عالم ﷺ جب خطاب فرماتے تو کبھی ایک طرف کے لوگوں پر توجہ دیتے، پھر دوسری طرف کے لوگوں پر، پھر تیسری طرف کے لوگوں پر توجہ فرماتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور ابو زرؓ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرمؐ اپنے صحابہ کے درمیان میں بیٹھتے۔ نا واقف اعرابی آتے تو وہ یہ نہ سمجھ سکتے کہ حضور اکرمؐ کہاں تشریف فرما ہیں۔ انہیں لوگوں سے پوچھنا پڑتا۔ ہم نے بارگاہ رسالت میں عرض کی حضور ﷺ اجازت دیں تو ہم اونچا چبوترا بنا لیں تاکہ اعرابی پہچان سکیں۔ چناں چہ ہم نے ایک چبوترہ بنایا۔ حضور اکرمؐ اس پر تشریف فرما ہوتے اور ہم ایک دوسرے کے پیچھے صفیں بناکر بیٹھ جاتے۔

خوش ذوقی:ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ سفر اور حضر میں ان پانچ چیزوں کو نظر انداز نہیں کر تے تھے: آئینہ، سرمہ دانی، کنگھی، تیل اور مسواک۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرمؐ سفر کا ارادہ فرماتے تو میں یہ چیزیں تیار کر کے حضور اکرمؐ کے سامان میں رکھواتی: خوشبودار تیل، کنگھی، آئینہ، قینچی، سرمہ دانی اور مسواک۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب رات کے وقت بستر پر استراحت فرماتے تو اس سے پہلے مسواک کرتے، وضو فرماتے اور بالوں میں کنگھی کرتے۔ حضور اکرمؐ کی کنگھی ہاتھی دانت کی بنی تھی جس سے آپ اپنے بالوں کو درست کیا کر تے تھے۔ حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ رحمت عالمؐ جب آئینے میں اپنے دل پذیر چہرے کو دیکھتے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کر تے۔ اے اللہ! تو نے میری ظاہری صورت کو حسین بنایا ہے۔ الٰہی! میرے اخلاق کو بھی حسین بنا دے اور میرا رزق میرے لیے وسیع فرمادے

ANS 04

عدل و مساوات کا جو پیمانہ اسلام نے دیا ہے، دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے قول اور فعل سے مساوات کی بہترین مثالیں قائم فرمائیں۔ اسلام میں امیر و غریب، شاہ و گدا، اعلیٰ و ادنیٰ، آقا و غلام اور حاکم و محکوم میں کوئی فرق نہیں رکھا جاتا بلکہ اسلام تمام انسانوں کو برابر حقوق دینے کی تعلیم دیتا ہے۔

عدل کا معنیٰ و مفہوم

لغت کے اعتبار سے " کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنے" کو عدل کہتے ہیں "عدل" کی ضد "ظلم و زیادتی" ہے۔ عدل کا مفہوم " کسی چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا"، حق دار کو اس کا پورا حق دینا اور انفرادی و اجتماعی معاملات میں اعتدال کو اپنا کر افراط و تفریط سے بچنا ہے۔

دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ "جس کسی کا جتنا حق بنتا ہے، اس کو اس کا حق دے دیا جائے اور اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ کی جائے" یعنی معاشرے میں ہر طبقے اور ہر فرد کو جو حقوق حاصل ہیں وہ اسے دے دیئے جائیں اور رنگ ونسل، علاقائیت، صوبائیت، لسانیت اور ذات پات کی بنیاد پر کوئی فرق روا نہ رکھا جائے۔

"عدل" کا دوسرا نام " انصاف" ہے اور انصاف کا لغوی معنیٰ "دوٹکڑے کرنا"، "کسی چیز کا نصف"، "فیصلہ کرنا"، "حق دینا" اور "عدل کرنا" ہے۔ اسی طرح عدل وانصاف کا ایک اور نام "قسط " بھی ہے جس کا معنیٰ" حصہ" اور "جُز"ہے۔

عدل وانصاف کی اہمیت اوردائرہ کار

اسلام نے عدل وانصاف اور مساوات پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: " اے ایمان والو! اللہ کے لیے (حق پر) مضبوطی سے قائم رہنے والے ہو جاؤ، درآں حال یہ کہ تم انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے ہو،کسی قوم (یا فرد) کی عداوت تمہیں بے انصافی پر نہ ابھارے، تم عدل کرتے رہو (کیونکہ) وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔" (المائدہ:8)

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا: " اور اگر تم ان (فریقین) کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔" (المائدۃ:42)

اسلام نے باہمی تعلقات اور لین دین میں دیانت داری، عدالتی معاملات میں سچی گواہی اور عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کی بار بار تاکید کی ہے تا کہ حقوق العباد متاثر نہ ہوں۔ اس لیے حق دار کو حق دلانے اور مظلوم کو ظالم کے ظلم سے نجات دلانے کے لیے عدالتوں کا نظام قائم کیا جاتا ہے۔ حضور اکرمؐ کا فرمان ہے کہ "جو قوم عدل وانصاف کو ہاتھ سے جانے دیتی ہے تباہی اور بربادی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔"

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو عدل وانصاف قائم کرنے اور حق و سچائی کے مطابق گواہی دینے کے متعلق یوں حکم فرماتا ہے: "اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ -اللہ (کی رضا) کے لیے (حق و سچ کے ساتھ) گواہی دو چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتے داروں کا، جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر، بہر حال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے، تو خواہش (نفس) کے پیچھے نہ پڑو کہ حق (عدل) سے الگ پڑو اور اگر تم (گواہی میں) ہیر پھیر کرو یا منہ موڑو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔" (النساء: 135)

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو عدل وانصاف قائم کرنے اور حق وسچائی کے مطابق گواہی دینے کی تاکید اور حکم فرما رہا ہے، اور فرمایا کہ چاہے تمہاری سچی گواہی کی وجہ سے تمہارے ماں باپ اوررشتے داروں کو نقصان ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے، گواہی ہر حال میں حق و سچ کے ساتھ ہونی چاہئے ۔

عدل وانصاف اوراسوئہ نبوی ﷺ

خطبہ حجۃالوداع کے موقع پر رسول اکرمؐ نے ساری دنیا کو مساوات کا درس دیتے ہوئے فرمایا: ” اے لوگو! تم سب کا پروردگار ایک ہے اور تم سب کا باپ بھی ایک (حضرت آدمؑ) ہے، کسی عربی کو عجمی پر او ر کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اورنہ کسی گورے کو کالے پر اور کالے کو کسی گورے پر فضیلت حاصل ہے، سوائے تقویٰ اور پرہیز گاری کے۔“ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

رسول اکرمؐ کی مبارک زندگی سے عدل وانصاف اور مساوات کی چند مثالیں پیش کر تے ہیں۔

ایک مرتبہ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنت اسود نے چوری کی۔ یہ خاندان چونکہ قریش میں عزت اور وجاہت کا حامل تھا، اس لیے لوگ چاہتے تھے کہ وہ عورت سزا سے بچ جائے اور معاملہ کسی طرح ختم ہوجائے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ جو رسول اکرمؐ کے منظور نظر تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ اس معاملے میں رسول اکرمؐ سے معافی کی سفارش کیجیے۔ انہوں نے حضور اکرمؐ سے معافی کی درخواست کی۔ آپؐ نے ناراض ہو کر فرمایا: ” بنی اسرائیل اسی وجہ سے تباہ ہوگئے کہ وہ غرباء پر بلا تامل حد جاری کردیتے تھے اور امراء سے درگزر کرتے تھے، (یہ تو فاطمہ بنت اسود ہے) قسم ہے رب عظیم کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر (بالفرض) فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتیں تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا۔ (صحیح بخاری)

اسی طرح غزوۂ بدر کے موقع پر دوسرے قیدیوں کے ساتھ حضور اکرمؐ کے چچا حضرت عباسؓ بھی گرفتار ہو کر آئے تھے۔ قیدیوں کو زرِ فدیہ لے کر آزاد کیا جا رہا تھا ۔ فدیہ کی عام رقم چار ہزار درہم تھی، لیکن امراء سے زیادہ فدیہ لیا جاتا تھا۔چونکہ حضرت عباسؓ حضور اکرمؐ کے قریبی رشتے دار تھے، اسی واسطے سے بعض انصار نے رسول اکرمؐ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ ! اجازت دیجئے کہ ہم اپنے بھانجے (عباس) کا زرِ فدیہ معاف کردیں۔ یہ سُن کر حضور اکرمؐ نے فرمایا ہر گز نہیں، ایک درہم بھی معاف نہ کرو بلکہ حضرت عباس سے ان کی امارت کی وجہ سے حسبِ قاعدہ چار ہزار درہم سے زیادہ وصول کیے جائیں۔“ (صحیح بخاری کتاب المغازی و باب فداء المشرکین)

اجتماعی عدل وانصاف

اسلام میں عدل وانصاف، انسانی زندگی کے انفرادی و اجتماعی تمام پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ اس کی پانچ اہم اقسام ہیں۔

۱۔ معاشرتی عدل وانصاف

۲۔ قانونی عدل وانصاف

۳۔ سیاسی عدل وانصاف

۴۔ معاشی عدل وانصاف

۵۔ مذہبی عدل وانصاف

۱۔ معاشرتی عدل وانصاف

معاشرتی انصاف سے مراد معاشرے کے ہر شعبے، ہر طبقے اور ہر فرد کو عدل و انصاف فراہم کرنا ہے۔ رنگ ونسل، علاقائیت، لسانی تعصب اور ذات پات کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہ برتا جائے اور کوئی اونچ نیچ نہ ہو۔ کسی بھی شخص کا اگر اعزاز و اکرام ہو تو صرف اس کے علم، تقویٰ اور اچھی سیرت و کردار کی بنیاد پر۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: ”بے شک تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو بہت پرہیز گار ہے۔“ (الحجرات: ۳۱)

اسی طرح معاشرے کی تعمیر و ترقی میں ہر شخص کو برابر مواقع ملنا چاہئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ماتحت افراد کے بارے میں بھی انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً شرعاً حسب ضرورت مرد کو چار شادیوں تک کی اجازت ضرور ہے، مگر ساتھ ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ: ”اور اگر تمہیں خدشہ ہوکہ ایک سے زائد بیویوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر اکتفا کرو۔“ اسی طرح یتیموں کے بارے میں بھی حکم ہے کہ: ”اور یتیموں کے لیے انصاف قائم کرو۔“ (النساء:۷۲۱)

حجتہ الوداع 10ہجری کے موقع پر منشور انسانی کا اعلان کرتے ہوئے حضور اکرمؐ نے عورتوں، غلاموں، یتیموں، بیواؤں اور زیردست افراد کے حقوق کی طرف خصوصی توجہ دلائی اور رنگ ونسل کے امتیازات کو مٹا دیا۔

۲۔ قانونی عدل وانصاف

عدل وانصاف کی دوسری قسم قانونی عدل وانصاف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی مظلوم کسی حاکم، قاضی یا جج کے سامنے کوئی فریاد لے کر جائے تو بغیر سفارش کے اور بغیر رشوت کے اُسے انصاف مل سکے۔ کسی شخص کی غربت یا معاشرے میں اس کی کم زور حیثیت حصول انصاف کے لیے اس کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے اور نہ یہ ہوکہ کوئی شخص اپنے منصب یا دولت کی وجہ سے انصاف پر اثر انداز ہوسکے۔ اسلام میں قاضی کو یہ مقام اور حق حاصل ہے کہ وہ حاکم وقت کو بھی بلواکر عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرسکتا ہے۔ قانونی عدل کے متعلق سورۃ النساء میں ارشاد ہوا ”اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ (النساء: آیت ۸۵)

۳۔ سیاسی عدل وانصاف

عدل وانصاف کی تیسری قسم سیاسی عدل وانصاف ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ امورِ مملکت میں توازن و اعتدال قائم کیا جائے۔ معاشرے کے مختلف عناصر، طبقات، قبائل اور گروہوں کے ساتھ انصاف کرنا، ان کے حقوق ادا کرنا، انہیں فرائض کی ادائیگی کے لیے تیار کرنا اور ایسی فضا قائم کرنا جس میں ہر شخص یہ محسوس کرے کہ واقعی انصاف کیا جارہا ہے، سیاسی عدل وانصاف کہلاتا ہے۔

اس سلسلے میں انفرادی یا اجتماعی اختلاف اور دشمنی کو ختم کرنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا: " اور کسی قوم کی عداوت تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم بے انصافی کرنے لگو، عدل کرو یہی پرہیز گاری کے قریب ترین ہے۔" (المائدہ: ۸)

اسی عدل وانصاف اور احسان کا مظاہرہ جب حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر کیا تو جانی دشمن بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

4۔ معاشی عدل وانصاف

عدل وانصاف کی ایک اور قسم معاشی عدل وانصاف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مال خرچ کرنے میں افراط و تفریط یا اسراف و بخل سے کام نہ لیا جائے بلکہ میانہ روی اختیار کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ ہی فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ہی کنجوسی کرتے ہیں بلکہ ان کا طرز عمل میانہ روی کا ہوتا ہے۔ "

(الفرقان: آیت ۶۷)

معاشی عدل وانصاف سے یہ بھی مراد ہے کہ وسائل رزق اور معیشت پر چند افراد کی اجارہ داری نہ ہو بلکہ معاش کی راہیں سب کے لیے یکساں طور پر کھلی ہوں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: "تاکہ دولت تمہارے امیروں کے درمیان ہی نہ رہے۔" (الحشر: آیت۷)

۵۔ مذہبی عدل وانصاف

عدل و انصا ف کی ایک اہم قسم "مذہبی عدل وانصاف" بھی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ: " اللہ تعالیٰ اور رسول اکرمؐ کے احکاماتِ پر امرونہی کے مطابق پورا عمل کیا جائے۔" دوسرے لفظوں میں شریعت مطہرہ نے جن اوامر (عبادات و معاملات اور اخلاقیات) پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے ان پر کماحقہٗ عمل کیا جائے اور جن نواہی (ممنوعات، گناہوں اور اخلاقِ رذیلہ) سے بچنے کا حکم دیا ہے ان سے اجتناب کیا جائے۔

مذہبی عدل وانصاف کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ علماء کرام عامۃ المسلمین کی صحیح طور پر راہ نمائی کریں، تعصب کے بغیر عقائد و مسائل کو بیان کریں، احکام و مسائل میں افراط و تفریط سے گریز کریں، اعتدال کی راہ اپنائیں اور اگر اہل علم پر جب حق و صواب واضح ہو جائے تو ہٹ دھرمی، انانیت، مسلکی تعصب اور دنیاوی مفادات سے بالاتر ہو کر حق اور سچ کو قبول کریں اور صرف حق اور سچ کا ساتھ دیں۔

ANS 05

اسلام ان تمام حقوق میں،جو کسی مذہبی فریضہ اور عبادت سے متعلق نہ ہوں؛ بلکہ ان کا تعلق ریاست کے نظم و ضبط اور شہریوں کے بنیادی حقوق سے ہو غیرمسلم اقلیتوں اور مسلمانوں کے درمیان عدل و انصاف اور مساوات قائم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن میں ان غیرمسلموں کے ساتھ، جو اسلام اور مسلمانوں سے برسرپیکار نہ ہوں اور نہ

ان کے خلاف کسی شازشی سرگرمی میں مبتلا ہوں، خیرخواہی، مروت، حسن سلوک اور رواداری کی ہدایت دی گئی ہے۔

لاینہٰکم اللّٰہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین، ولم یخرجوکم من دیارکم. أن تبروہم وتقسطوا الیہم. (الممتحنة: ۸)

اللہ تم کو منع نہیں کرتا ہے ان لوگوں سے جو لڑے نہیں تم سے دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے کہ ان سے کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک۔

اسلامی ریاست میں تمام غیرمسلم اقلیتوں اور رعایا کو عقیدہ، مذہب، جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت حاصل ہوگی۔ وہ انسانی بنیاد پر شہری آزادی اور بنیادی حقوق میں مسلمانوں کے برابر شریک ہوں گے۔ قانون کی نظر میں سب کے ساتھ یکساں معاملہ کیا جائے گا، بحیثیت انسان کسی کے ساتھ کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔ جزیہ قبول کرنے کے بعد ان پر وہی واجبات اور ذمہ داریاں عائد ہوں گی، جو مسلمانوں پر عائد ہیں، انھیں وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں اور ان تمام مراعات و سہولیات کے مستحق ہوں گے، جن کے مسلمان ہیں۔

”فان قبلوا الذمة فأعْلِمْہم أن لہم ما للمسلمین وعلیہم ما علی المسلمین“ (بدائع الصنائع، ج:۶، ص: ۶۲)

اگر وہ ذمہ قبول کرلیں، تو انھیں بتادو کہ جو حقوق و مراعات مسلمانوں کو حاصل ہیں، وہی ان کو بھی حاصل ہوں گی اور جو ذمہ داریاں مسلمانوں پر عائد ہیں وہی ان پر بھی عائد ہوں گی۔

تحفظ جان:

جان کے تحفظ میں ایک مسلم اور غیرمسلم دونوں برابر ہیں دونوں کی جان کا یکساں تحفظ و احترام کیا جائے گا اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی غیرمسلم رعایا کی جان کا تحفظ کرے اور انھیں ظلم و زیادتی سے محفوظ رکھے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”من قتل معاہدًا لم یرح رائحة الجنة، وان ریحہا لیوجد من مسیرة أربعین عامًا“ (بخاری شریف کتاب الجہاد، باب اثم من قتل معاہدًا بغیر جرمٍ، ج:۱، ص: ۴۴۸)

جو کسی معاہد کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا، جب کہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے بھی محسوس ہوتی ہے۔

حضرت عمر 有 نے اپنی آخری وصیت میں فرمایا:

”میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد و ذمہ کی وصیت کرتا ہوں کہ ذمیوں کے عہد کو وفا کیا جائے، ان کی حفاظت و دفاع میں جنگ کی جائے، اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے۔“(۱)

تحفظ مال:

اسلامی ریاست مسلمانوں کی طرح ذمیوں کے مال وجائیداد کا تحفظ کرے گی، انھیں حق ملکیت سے بے دخل کرے گی نہ ان کی زمینوں اور جائیدادوں پر زبردستی قبضہ، حتیٰ کہ اگر وہ جزیہ نہ دیں، تو اس کے عوض بھی ان کی املاک کو نیلام وغیرہ نہیں کرے گی۔ حضرت علی؄ نے اپنے ایک عامل کو لکھا:

"خراج میں ان کا گدھا، ان کی گائے اور ان کے کپڑے ہرگز نہ بیچنا۔"(۲)

ذمیوں کو مسلمانوں کی طرح خرید و فروخت، صنعت و حرفت اور دوسرے تمام ذرائع معاش کے حقوق حاصل ہوں گے، اس کے علاوہ، وہ شراب اور خنزیر کی خریدوفروخت بھی کرسکتے ہیں۔ نیز انھیں اپنی املاک میں مالکانہ تصرف کرنے کا حق ہوگا، وہ اپنی ملکیت وصیت و ہبہ وغیرہ کے ذریعہ دوسروں کو منتقل بھی کرسکتے ہیں۔ ان کی جائیدادانھیں کے ورثہ میں تقسیم بھی ہوگی، حتیٰ کہ اگر کسی ذمی کے حساب میں جزیہ کا بقایا واجب الادا تھا اور وہ مرگیا تو اس کے ترکہ سے وصول نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کے ورثہ پر کوئی دباؤ ڈالا جائے گا۔

کسی جائز طریقے کے بغیر کسی ذمی کا مال لینا جائز نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ألا ! لا تحل أموال المعاہدین الا بحقہا"(۳)

خبردار معاہدین کے اموال حق کے بغیر حلال نہیں ہیں۔

تحفظِ عزت و آبرو:

مسلمانوں کی طرح ذمیوں کی عزت وآبرو اور عصمت و عفت کا تحفظ کیاجائے گا، اسلامی ریاست کے کسی شہری کی توہین و تذلیل نہیں کی جائے گی۔ ایک ذمی کی عزت پر حملہ کرنا، اس کی غیبت کرنا، اس کی ذاتی و شخصی زندگی کا تجسس، اس کے راز کو ٹوہنا،اسے مارنا، پیٹنا اور گالی دینا ایسے ہی ناجائز اور حرام ہے، جس طرح ایک مسلمان کے حق میں۔

"ویجب کف الأذی عنہ، وتحرم غیبتہ کالمسلم" (۴)

اس کو تکلیف دینے سے رکنا واجب ہے اوراس کی غیبت ایسی ہی حرام ہے جیسی کسی مسلمان کی۔

عدالتی و قانونی تحفظ:

فوج داری اور دیوانی قانون ومقدمات مسلم اور ذمی دونوں کے لیے یکساں اور مساوی ہیں، جو تعزیرات اور سزائیں مسلمانوں کے لیے ہیں، وہی غیرمسلموں کے لیے بھی ہیں۔ چوری، زنا اور تہمتِ زنا میں دونوں کو ایک ہی سزا دی جائے گی، ان کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کیا جائے گا۔ قصاص، دیت اور ضمان میں بھی دونوں برابر ہیں۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کردے، تواس کو قصاص میں قتل کیاجائے گا۔ حدیث شریف میں ہے:

"دماؤہم کدمائنا" (۵)

ان کے خون ہمارے خون ہی کی طرح ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کردیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

"أنا أحق من وفىٰ بذمتہ" (۶)

میں ان لوگوں میں سب سے زیادہ حقدار ہوں جو اپنا وعدہ وفا کرتے ہیں۔

البتہ ذمیوں کے لیے شراب اور خنزیر کو قانون سے مستثنیٰ کردیاگیا ہے، چنانچہ انہیں خنزیر رکھنے، کھانے اور خرید و فروخت کرنے،اسی طرح شراب بنانے، پینے اور بیچنے کا حق ہے۔

مذہبی آزادی:

ذمیوں کو اعتقادات و عبادات اور مذہبی مراسم وشعائر میں مکمل آزادی حاصل ہوگی، ان کے اعتقاد اور مذہبی معاملات سے تعرض نہیں کیا جائے گا، ان کے کنائس، گرجوں، مندروں اور عبادت گاہوں کو منہدم نہیں کیا جائے گا۔

قرآن نے صاف صاف کہہ دیا:

لا اکراہ في الدین قد تبین الرشد من الغي (البقرہ)

دین کے معاملہ میں کوئی جبر واکراہ نہیں ہے، ہدایت گمراہی سے جدا ہوگئی۔

وہ بستیاں جو امصار المسلمین (اسلامی شہروں) میں داخل نہیں ہیں، ان میں ذمیوں کو صلیب نکالنے، ناقوس اور گھنٹے بجانے اور مذہبی جلوس نکالنے کی آزادی ہوگی، اگر ان کی عبادت گاہیں ٹوٹ پھوٹ جائیں، تو ان کی مرمت اور ان کی جگہوں پر نئی عبادت گاہیں بھی تعمیر کرسکتے ہیں۔ البتہ امصار المسلمین یعنی ان شہروں میں، جو جمعہ عیدین، اقامت حدود اور مذہبی شعائر کی ادائیگی کے لیے مخصوص ہیں، انہیں کھلے عام مذہبی شعائر ادا کرنے اور دینی و قومی جلوس نکالنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اور نہ وہ ان جگہوں میں نئی عبادت گاہیں تعمیر کرسکتے ہیں۔ البتہ عبادت گاہوں کے اندر انہیں مکمل آزادی حاصل ہوگی۔ اور عبادت گاہوں کی مرمت بھی کرسکتے ہیں۔

وہ فسق و فجور جس کی حرمت کے اہل ذمہ خود قائل ہیں اور جو ان کے دین و دھرم میں حرام ہیں، تو ان کے اعلانیہ ارتکاب سے انہیں روکا جائے گا۔ خواہ وہ امصار المسلمین میں ہوں یا اپنے امصار میں ہوں۔

ذمی اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مذہبی درسگاہیں بھی قائم کرسکتے ہیں۔ انہیں اپنے دین و مذہب کی تعلیم و تبلیغ اور مثبت انداز میں خوبیاں بیان کرنے کی بھی آزادی ہوگی۔

اسلامی ریاست ذمیوں کے پرسنل لاء میں کوئی مداخلت نہیں کرے گی، بلکہ انہیں ان کے مذہب و اعتقاد پر چھوڑ دے گی وہ جس طرح چاہیں اپنے دین و مذہب پر عمل کریں۔ نکاح، طلاق، وصیت، ہبہ، نان و نفقہ، عدت اور وراثت کے جو طریقے ان کے دھرم میں جائز ہیں، انہیں ان پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہوگی، خواہ وہ اسلامی قانون کی رو سے حرام و ناجائز ہی کیوں نہ ہوں۔ مثلاً اگر ان کے یہاں محرمات سے نکاح بغیر گواہ اور مہر کے جائز ہے، تو اسلامی ریاست انہیں اس سے نہیں روکے گی؛ بلکہ اسلامی عدالت ان کے قانون کے مطابق ہی فیصلہ کرے گی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت حسن سے اس سلسلے میں ایک استفتاء کیا تھا:

"ما بال الخلفاء الراشدین، ترکوا أہل الذمة، وماہم علیہ من نکاح المحارم، واقتناء الخمور والخنازیر"

کیا بات ہے کہ خلفاء راشدین نے ذمیوں کو محرمات کے ساتھ نکاح اور شراب اور سوَر کے معاملہ میں آزاد چھوڑدیا۔

جواب میں حضرت حسن نے لکھا:

"انما بذلوا الجزية ليتركوا وما يعتقدون، وانما أنت متبع لا مبتدع"

انھوں نے جزیہ دینا اسی لیے تو قبول کیاہے کہ انھیں ان کے عقیدے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی اجازت دی جائے۔ آپ کاکام پچھلے طریقے کی پیروی کرنا ہے نہ کہ کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنا"(۷)

منصب وملازمت:

اسلامی آئین سے وفاداری کی شرط پوری نہ کرنے کی وجہ سے اہل ذمہ پالیسی ساز اداروں، تفویض وزارتوں اور ان مناصب پر فائز نہیں ہوسکتے ہیں، جو اسلام کے نظامِ حکومت میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں، بقیہ تمام ملازمتوں اور عہدوں کے دروازے ان کے لیے کھلے ہیں۔ اس سلسلے میں ماوردی نے ذمیوں کی پوزیشن ظاہر کرتے ہوئے لکھاہے:

"ایک ذمی وزیر تنفیذ ہوسکتا ہے، مگر وزیر تفویض نہیں۔ جس طرح ان دونوں عہدوں کے اختیارات میں فرق ہے، اسی طرح ان کے شرائط میں بھی فرق ہے۔ یہ فرق ان چار صورتوں سے نمایاں ہوتا ہے: پہلے یہ کہ وزیر تفویض خود ہی احکام نافذ کرسکتا ہے اور فوج داری مقدمات کا تصفیہ کرسکتا ہے، یہ اختیارات وزیر تنفیذ کو حاصل نہیں۔ دوسرے یہ کہ وزیر تفویض کو سرکاری عہدے دار مقرر کرنے کا حق ہے، مگر وزیر تنفیذ کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ وزیر تفویض تمام جنگی انتظامات خود کرسکتا ہے وزیر تنفیذ کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ وزیر تفویض کو خزانے پر اختیار حاصل ہے وہ سرکاری مطالبہ وصول کرسکتا ہے اور جو کچھ سرکار پر واجب ہے اسے ادا کرسکتا ہے۔ یہ حق بھی وزیر تنفیذ کو حاصل نہیں ہے۔ ان چار شرطوں کے علاوہ اور کوئی بات ایسی نہیں جو ذمیوں کو اس منصب پر فائز ہونے سے روک سکے"(۸)

اسلامی خزانے سے غیرمسلم محتاجوں کی امداد

صدقات واجبہ (مثلاً زکوٰۃ عشر) کے علاوہ بیت المال کے محاصل کا تعلق جس طرح مسلمانوں کی ضروریات و حاجات سے ہے، اسی طرح غیرمسلم ذمیوں کی ضروریات و حاجات سے بھی ہے، ان کے فقراء ومساکین اور دوسرے ضرورت مندوں کے لیے اسلام بغیر کسی تفریق کے وظائف معاش کا سلسلہ قائم کرتا ہے۔ خلیفہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ اسلامی ریاست کا کوئی شہری محروم المعیشت نہ رہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر؄ نے گشت کے دوران میں ایک دروازے پر ایک ضعیف العمر نابینا کو دیکھا آپ؄ نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھ کر پوچھا کہ تم اہل کتاب کے کس گروہ سے تعلق رکھتے ہو،اس نے جواب دیا کہ میں یہودی ہوں۔

حضرت عمر有 نے دریافت کیا کہ گداگری کی یہ نوبت کیسے آئی۔ یہودی نے کہا۔ ادائے جزیہ، شکم پروری اور پیری سہ گونہ مصائب کی وجہ سے۔ حضرت عمر有 نے یہ سن کر اس کا ہاتھ پکڑ کر گھرلائے اور جو موجودتھا،اس کو دیا اور بیت المال کے خازن کو لکھا:

”یہ اور اس قسم کے دوسرے حاجت مندوں کی تفتیش کرو۔ خدا کی قسم ہرگز یہ ہمارا انصاف نہیں ہے کہ ہم جوانی میں ان سے جزیہ وصول کریں اور بڑھاپے میں انہیں بھیک کی ذلت کے لیے چھوڑ دیں قرآن کریم کی اس آیت (انما الصدقات للفقراء والمساکین) میں میرے نزدیک فقراء سے مسلمان مراد ہیں اور مساکین سے اہل کتاب کے فقراء اور غرباء۔ اس کے بعد حضرت عمر有 نے ایسے تمام لوگوں سے جزیہ معاف کرکے بیت المال سے وظیفہ بھی مقرر کردیا۔“(۹)

حضرت ابوبکر کے دور خلافت میں حضرت خالد بن ولید نے اہل حیرہ کے لیے جو عہدنامہ لکھا وہ حقوق معاشرت میں مسلم اور غیرمسلم کی ہمسری کی روشن مثال ہے:

”اورمیں یہ طے کرتاہوں کہ اگر ذمیوں میں سے کوئی ضعف پیری کی وجہ سے ناکارہ ہوجائے، یا آفت ارضی و سماوی میں سے کسی آفت میں مبتلا ہوجائے، یا ان میں سے کوئی مالدار محتاج ہوجائے اوراس کے اہل مذہب اس کو خیرات دینے لگیں، تو ایسے تمام اشخاص سے جزیہ معاف ہے۔ اور بیت المال ان کی اور ان کی اہل وعیال کی معاش کا کفیل ہے۔ جب تک وہ دارالاسلام میں مقیم رہیں۔“ (۱۰)

معاہدین کے حقوق

مذکورہ بالا حقوق میں تمام اہل ذمہ شریک ہیں، البتہ وہ غیرمسلم رعایا، جو جنگ کے بغیر، یا دوران جنگ مغلوب ہونے سے پہلے،کسی معاہدے یا صلح نامے کے ذریعہ اسلامی ریاست کے شہری ہوگئے ہوں تو ان کے ساتھ شرائط صلح کے مطابق معاملہ کیا جائے گا۔ ان شرائط پر سختی سے عمل کیا جائے گا۔ ان سے ایک سرمو بھی تجاوز نہیں کیا جائے گا، نہ ان پر کسی قسم کی زیادتی کی جائے گی، نہ ان کے حقوق میں کمی کی جائے گی۔ نہ ان کی مذہبی آزادی سلب کی جائے گی، نہ ان پر طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا جائے گا۔

معاہدے کی خلاف ورزی کرنے والے کو آخرت میں باز پرس کے کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خلاف قیامت کے دن مستغیث ہوں گے۔

”ألا من ظلم معاہدًا، أو انتقصہ، أو خلفہ فوق طاقتہ أو أخذ منہ شیئًا بغیر طیب نفس، فأنا حجیجہ یوم القیامۃ“

خبردار! جو شخص کسی معاہد پر ظلم کرے گا، یا اس کے حقوق میں کمی کرے گا، یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار ڈالے گا، یا اس سے کوئی چیزاس کی مرضی کے خلاف وصول کرے گا،اس کے خلاف قیامت کے دن میں خود مستغیث بنوں گا۔(۱۱)